ایڈوانس سیکورٹی کی شرط اور ملک ایسوسی ایشن کے مقرر کردہ ریٹس پر دودھ کی خرید و فروخت کا حکم؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر: Har-5118 تاریخ: 15-02-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ

(1) دودھ فروش دکاندار اور دودھ سپلائی کرنے والوں کے درمیان ایک سال کا معاہدہ ہوتا ہے، اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ دودھ فروش دکاندار، سپلائر کو ایک مخصوص رقم مثلاً: ایک لاکھ روپے ایڈوانس سیکورٹی کے طور پر جمع کرواتا ہے اور سپلائر معاہدے کے مطابق روزانہ ایک سال تک دودھ فروش کو دودھ سپلائی کرتا ہے۔ دودھ کی رقم دودھ فروش روزانہ یا ہفتہ وار معاہدے میں جو طے ہوا، اس کے مطابق سپلائر کو دیتا رہتا ہے، پھر سال مکمل ہونے پر معاہدہ ختم ہو جاتا ہے اور سپلائر سیکورٹی کی رقم دودھ فروش کو واپس کر دیتا ہے۔ اگر مزید معاہدہ جاری رکھنا چاہیں تو سیکورٹی کی اسی رقم پر یا کم یا زیادہ پر پھر اگلے سال کا معاہدہ ہو جاتا ہے۔

ایڈوانس سیکورٹی کی رقم کی شرط کے ساتھ یوں دودھ خریدنا، جائز ہے یا نہیں؟

(2) سپلائر اور دکاندار کے درمیان دودھ کا ریٹ وہی مقرر ہوتا ہے، جو ملک ایسوسی ایشن کا مقرر کردہ ہوتا ہے اور یہ ریٹ فریقین کو معلوم ہوتا ہے، جب اس ریٹ میں تبدیلی ہوتی ہے، تو سپلائر دکاندار کو اس کی اطلاع دیتا ہے۔ اطلاع کے بعد سے آنے والا دودھ نئے ریٹ پر ہوتا ہے۔ ملک ایسوسی ایشن کے مقرر کردہ ریٹس پر دودھ کی خرید و فروخت کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

(1) فی زمانہ دودھ فروش دکاندار اور سپلائر کے درمیان دودھ کی خرید و فروخت کے معاہدے میں ایڈوانس سیکورٹی کے طور پر مخصوص رقم جمع کروانے پر عرف و تعامل جاری ہے۔ عرف جاری ہونے کی وجہ سے یہ شرط مفسد عقد نہیں ہو گی اور اس شرط کے ساتھ دودھ کی خریداری جائز ہو گی۔

اس کی تفصیل یہ ہے: کسی بھی چیز کی خریداری پر رقم بطور ایڈوانس سیکورٹی جمع کرانا شرط فاسد ہے کہ ایڈوانس سیکورٹی کی رقم پر قرض کا حکم ہوتا ہے اور بیع میں قرض کی شرط مقتضی عقد کے خلاف ہے اور اس میں بائع کا فائدہ ہے۔ ہر وہ شرط جس کا عقد تقاضا نہ کرتا ہو اور عاقدین میں سے کسی ایک کا یا قابل استحقاق مبیع کا اس میں فائدہ ہو، تو وہ مفسد عقد ہوتی ہے، لیکن جب اس پر عرف جاری ہو، تو مفسدِ عقد نہیں رہتی اور فی زمانہ دودھ فروش دکاندار اور سپلائر کے درمیان ایڈوانس سیکورٹی کی شرط متعارف ہے اور اس کے بغیر دودھ کا کاروبار نہ ہونے کے برابر ہے، تقریباً تمام دکاندار اسی شرط کے ساتھ دودھ خریدتے ہیں اور سپلائر اسی شرط کے ساتھ دودھ بیچتے ہیں۔ لہذا شرط متعارف ہونے کی وجہ عقد فاسد نہیں ہو گا اور دودھ کی بیع و شراء جائز ہو گی۔ چنانچہ ھدایہ میں ہے: ”کل شرط لا یقتضیہ العقد وفیہ منفعۃ لاحد المتعاقدین او للمعقود علیہ وھو من اھل الاستحقاق یفسدہ الا ان یکون متعارفا لان العرف قاض علی القیاس، ملتقطا“ ہر وہ شرط جس کا عقد تقاضا نہ کرتا ہو اور اس میں عاقدین میں سے کسی ایک یا مبیع اگر وہ فائدہ کی اہل ہے ، کا فائدہ ہو، تو وہ بیع کو فاسد کر دے گی، بشرطیکہ عرف میں وہ شرط معروف نہ ہو، کیونکہ عرف قیاس پر فیصل ہوتا ہے۔ (ھدایہ، ج3، ص61، مطبوعہ لاھور)

یونہی در مختار میں ہے :"الاصل الجامع فی فساد العقد بسبب شرط (لا یقتضیه العقد ولا یلائمه اوفیه نفع لاحدهما او لمبیع من اهل الاستحقاق ولم یجر العرف به ولم یرد الشرع بجوازه) امالو جری العرف به کبیع نعل مع شرط تشریکه او وردالشرع به کخیار شرط ،فلا فساد "کسی شرط کے سبب عقد کے فاسد ہونے کا جامع اصول یہ ہے کہ اس شرط کو نہ توعقد قبول کرے اور نہ ہی وہ عقد کے مناسب ہو اور اس شرط میں فریقین یا مبیع اگر وہ نفع کی مستحق ہے ، کا فائدہ ہو بشرطیکہ اس شرط پر عرف قائم نہ ہو اور نہ ہی شریعت نے اس کے جواز کو بیان کیا ہو، بہرحال اگر عرف میں اس کا جواز مروج ہو، جیسے پیشگی آرڈر پر جوتا سلوانا یا اس شرط کے جواز پر شریعت وارد ہو، جیسا کہ شرط خیار، تو (بیع) فاسد نہیں ہو گی۔

(درمختار، ج7، ص283،284، مطبوعه کوئٹه)

ردالمحتار میں ہے:" قوله: (مثال لما فیه نفع البائع) و منه ما لو شرط البائع ان یهبه المشتری شیئاً او یقرضه او یسکن الدار شهراً ۔۔۔ الخ "(اس کی مثال جس میں بائع کا نفع ہو)اور اسی میں سے یہ بھی ہے کہ بائع اگر یہ شرط رکھے کہ مشتری اسے کوئی چیز ہبہ کرے یا اسے قرض دے یا وہ ایک ماہ اس کے گھر میں رہے گا۔

(ردالمحتار مع الدرالمختار، ج7، ص285، مطبوعه کوئٹه)

جس شرط سے بیع فاسد ہوتی ہے، اس پر عُرف نہ ہونا شرط ہے۔ جیسا کہ امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:"اور بیع میں شرط افساد با شرط عدمِ تعارفِ شرط ہے۔"

(فتاوی رضویه، ج19، ص578، مطبوعه رضافاؤنڈیشن، لاهور)

لہذا عرف و تعامل کی وجہ سے تخفیف و تیسیر پر بنیاد رکھتے ہوئے ایڈوانس کی شرط کے ساتھ دودھ کی خریداری کو جائز قرار دیا جائے گا اور اس شرط سے بیع فاسد نہیں ہو گی۔ علامہ ابن عابدین الشامی رحمه الله تعالی فرماتے ہیں:"لا بد من معرفة عادات الناس فکثیر من الاحکام

تختلف باختلاف الزمان لتغیر عرف اھلہ او لحدوث ضرورۃ او فساد اھل الزمان بحیث لوبقی الحکم علی ما کان علیہ اولا للزم منہ المشقۃ والضرر بالناس ولخالف قواعد الشریعۃ المبنیۃ علی التخفیف و التیسیر و دفع الضرر و الفساد لبقاء العالم علی اتم نظام و احسن احکام و لھذا تری مشائخ المذھب خالفوا ما نص علیہ المجتھد فی مواضع کثیرۃ بناھا علی ما کان فی زمنہ لعلمھم بانہ لو کان فی زمنھم لقال بما قالوا بہ اخذاً من قواعد مذھبہ "لوگوں کی عادتوں کی پہچان ضروری ہے کہ بہت سے احکام، زمانہ بدلنے سے بدل جاتے ہیں کہ اہل زمانہ کا عرف تبدیل ہونے یا کسی ضرورت کے پیدا ہونے یا اہل زمانہ کے فساد کی وجہ سے ایسی صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ اگر وہ پہلا حکم باقی رہے، تو اس سے لوگوں پر ضرر اور مشقت لازم ہو گا اور یہ ان شرعی قوانین کے مخالف ہے کہ جن کی بنیاد تخفیف و تیسیر یعنی آسانی دینے اور ضرر و فساد، دور کرنے پر ہے تاکہ دنیا، اتم نظام اور احسن احکام پر باقی رہے۔ اسی وجہ سے تم مذہب کے مشائخ کو دیکھو گے کہ وہ کثیر مقامات پر اپنے زمانے کے عرف کی بنا پر مجتہد سے منصوص مسئلہ کے خلاف کرتے ہیں، کیونکہ مجتہد کے مذہب کے قوانین سے اخذ کرتے ہوئے یہ حضرات جانتے ہیں کہ اگر ان کے زمانے میں وہ مجتہد ہوتے تو یہی فرماتے جو انہوں نے فرمایا۔ (رسائل ابن عابدین، ج2، ص125، مطبوعہ سہیل اکیڈمی)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: " و من لم یعرف اھل زمانہ و لم یراع فی الفتیا حال مکانہ فھو جاھل مبطل فی قولہ و بیانہ "اور جو اہل زمانہ کا عرف نہیں جانتا اور فتوی دینے میں اس کے حال کی رعایت نہیں کرتا، وہ جاہل اور ان کے قول و بیان کو باطل کرنے والا ہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج25، ص339، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نشر العرف میں ہے:" لیس للمفتی و لا للقاضی ان یحکما بظاھر الروایۃ و یتر کا العرف "مفتی اور قاضی کے لیے جائز نہیں کہ ظاہر الروایہ کے مطابق حکم دیں اور عرف کو چھوڑ دیں۔ (رسائل ابن عابدین، ج2، ص133، مطبوعہ سھیل اکیڈمی)

اشکال: حدیث پاک میں ہے:" نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم عن بیع و شرط "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع اور شرط سے منع فرمایا۔

یہ حدیث پاک بیع میں شرط لگانے کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے، لہذا ایڈوانس کی شرط کے ساتھ دودھ کی بیع اس حدیث پاک کے خلاف ہے۔ نص کے خلاف عرف معتبر نہیں ہوتا، جیسا کہ اس کے بارے میں نشر العرف میں ہے:" و لا اعتبار للعرف المخالف للنص لان العرف قد یکون علی باطل بخلاف النص کما قالہ ابن الھمام "نص (یعنی قرآن و حدیث) کے مخالف عرف کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس لیے کہ کبھی عرف خلاف نص باطل پر بھی ہو جاتا ہے۔ (رسائل ابن عابدین، ج2، ص115، مطبوعہ سھیل اکیڈمی)

جواب: ایڈوانس سیکورٹی کی شرط کے ساتھ دودھ کی خریداری پر عرف کی وجہ سے جواز کا حکم حدیث پاک کے خلاف نہیں کہ حدیث پاک میں بیع کے ساتھ شرط کی ممانعت کا حکم جھگڑے اور نزاع کی علت سے معلول ہے یعنی بیع میں وہ شرط ممنوع ہے، جو جھگڑے کی طرف لے کر جانے والی ہے اور وہ شرط ممنوع نہیں جو جھگڑے کی طرف نہیں لے کر جاتی۔ جب دودھ کی بیع میں ایڈوانس سیکورٹی کی شرط پر عرف ہو گیا، تو یہ عرف بھی جھگڑے اور نزاع کو دور کرتا ہے، یوں یہ عرف حقیقت میں حدیث پاک کے موافق ہے، نہ کہ مخالف کہ دونوں کا مقصود ایک ہی ہے۔

چنانچہ علامہ ابن عابدین الشامی رحمہ اللہ تعالی ردالمحتار میں فرماتے ہیں:" قال فی المنح:

فان قلت: نهى النبى صلى اللہ تعالى عليه وسلم عن بيع و شرط فيلزم ان يكون العرف قاضياً على الحديث۔

قلت: ليس بقاض عليه، بل على القياس، لان الحديث معلول بوقوع النزاع المخرج للعقد عن المقصود به و هو قطع المنازعة، والعرف ينفى النزاع فكان موافقاً لمعنى الحديث، فلم يبق من الموانع الا القياس والعرف قاض عليه اه ملخصاً۔

قلت: تدل عبارة البزازية والخانية، وكذا مسألة القبقاب على اعتبار العرف الحادث و مقتضى هذا انه لو حدث عرف فى شرط غير الشرط فى النعل و الثوب و القبقاب ان يكون معتبراً اذا لم يؤد الى المنازعة، و انظر ما حررناه فى رسالتنا المسماة: نشر العرف فى بناء بعض الاحكام على العرف "**منح میں فرمایا: اگر تو کہے:** نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع اور شرط سے منع فرمایا، تولازم آئے گا کہ عرف حدیث پر قاضی ہے۔

میں کہتا ہوں: عرف حدیث پر نہیں، بلکہ قیاس پر قاضی ہے، کیونکہ حدیث کا حکم اس علت کے ساتھ ہے کہ ایسا جھگڑا جو عقد کے مقصود کے خلاف ہو یعنی جھگڑے سے بچنا علت ہے، اور عرف بھی جھگڑے کی نفی کر رہا ہے، تو یہ حدیث کے معنٰی کے موافق ہوا، لہذا موانع میں سے کوئی باقی نہ رہا علاوہ قیاس کے اور اس پر عرف قاضی ہے۔

میں کہتا ہوں: بزازیہ اور خانیہ کی عبارت اور یونہی کھڑاؤں والا مسئلہ نئے عرف کے معتبر ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور اس کا مقتضی یہ ہے کہ اگر جوتے، کپڑے اور کھڑاؤں میں موجود شرط کے علاوہ کسی اور شرط پر نیا عرف ہو جائے، تو وہ معتبر ہو گا، جبکہ جھگڑے کی طرف نہ لے جائے، اور تو ملاحظہ کر اس کو جو ہم نے اپنے رسالے "نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف" میں تحریر کیا ہے۔ **(ردالمحتار مع الدرالمختار، ج7، ص288، مطبوعہ کوئٹہ)**

(2): خریدوفروخت میں چیز کی قیمت کا معلوم ہونا ضروری ہوتا ہے اور یہاں خریدو فروخت میں فریقین کو پہلے سے ہی ملک ایسو سی ایشن کی طرف سے مقرر کردہ ریٹ معلوم ہوتا ہے،لہذا اس کے مطابق دودھ کی خریدو فروخت کرنا،جائز و درست ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے:" والبیع بماباع فلاں والبائع یعلم والمشتری لا یعلم والبیع بمثل مایبیع الناس به اوبمثل اخذ به فلان ان علم فی المجلس صح، والا بطل "اتنے کے بدلے بیع ہوئی جتنے میں فلاں نے بیچااور بائع کواس کا علم ہے، لیکن مشتری نہیں جانتا،یونہی اس طرح بیع کرنا کہ اتنے میں بیچا جتنے میں لوگ اس کو بیچتے ہیں یاجتنے میں اس کو فلاں نے لیاہے،تواگر مجلس میں اس کے بارے میں معلوم ہو جائے،تو بیع صحیح ہو گی،ورنہ بیع باطل ہو گی۔

(درمختار مع ردالمحتار،ج7،ص319،مطبوعه کوئٹه)

عالمگیری میں ہے:"و اذا اشتری شیئاً برقمه و لم یعلم المشتری رقمه فالعقد فاسد فان علم بعد ذلک ان علم فی المجلس جاز العقد و کان الشیخ الامام الاجل شمس الائمه الحلوانی رحمه اللہ تعالی یقول و ان علم بالرقم فی المجلس لا ینقلب جائزاً و لکن ان کان البائع دائماً علی ذلک الرضا و رضی به المشتری ینعقد بینهما عقد ابتداء بالتراضی کذافی الذخیرة و ان تفرقا قبل العلم بطل و کذالو باع بما باع فلاں و البائع یعلم و المشتری لا یعلم ان علم المشتری فی المجلس صح و الا بطل کذا فی الخلاصة "اور جب کسی چیز کواس کی قیمت کے بدلے خریدااور مشتری کواس کی قیمت معلوم نہیں،توعقد فاسد ہو گا،لہذا اگراس کے بعد مجلس کے اندراس کے بارے میں معلوم ہو جائے ،توعقد جائز ہو گا،اور امام شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر رقم کا مجلس میں علم ہو جائے،تو بھی یہ عقد جواز کی طرف نہیں پھرے گا،لیکن اگر بائع اس پر پہلے ہی راضی تھااور مشتری بھی اس

پر راضی ہے، تو ان دونوں کے درمیان کیا گیا پہلا عقد باہمی رضامندی کے سبب منعقد ہو جائے گا، یونہی ذخیرہ میں ہے اور معلوم ہونے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے، تو عقد باطل ہو جائے گا، یونہی اگر اس طرح بیع کی کہ اتنے میں بیچا جتنے میں فلاں نے بیچا اور بائع کو اس کا علم ہے، لیکن مشتری نہیں جانتا، تو اگر مجلس میں مشتری کو اس کے بارے میں معلوم ہو جائے، تو بیع صحیح ہو گی، ورنہ بیع باطل ہو گی۔ یونہی خلاصہ میں ہے۔ (ھندیہ، ج3، ص127، مطبوعہ کوئٹہ)

یاد رہے! اگر عاقدین کے مابین معاہدے میں یہ شرط رکھی جائے کہ اس ایڈوانس رقم کی وجہ سے سپلائر ایک مخصوص ریٹ پر ہی دودھ دینے کا پابند ہو گا، تو یہ ناجائز و حرام ہے کہ ایڈوانس رقم قرض کے حکم میں ہے اور بائع کو ایک ریٹ کا پابند کرنا ایک منفعت ہے، جو اس قرض کی وجہ سے حاصل ہو رہی ہے اور قرض کی وجہ سے کسی بھی قسم کی مشروط منفعت حاصل کرنا سود ہے، سود کا لین دین اور اس کا معاہدہ کرنا، ناجائز و حرام اور گناہ ہے۔ سود کی حرمت کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ ترجمہ کنز الایمان: ”وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے، مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو، یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا بیع بھی تو سود ہی کے مانند ہے اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود۔“ (پارہ3، سورۃ البقرہ، آیت275)

صحیح مسلم میں ہے: ”لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم آکل الربو و موکلہ و کاتبہ و شاھدیہ و قال: ھم سواء“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کی کتابت کرنے والے اور اس پر گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا یہ سب لوگ (گناہ میں) برابر ہیں۔ (الصحیح لمسلم، جلد2، صفحہ27، مطبوعہ کراچی)

قرض کے ذریعے منفعت کے حصول کے بارے میں حدیث پاک میں ہے: ”کل قرض جر منفعة فھو ربا“ ہر قرض جو نفع کھینچے وہ سود ہے۔ (کنز العمال، ج6، ص99، مطبوعہ لاھور)

محیط برھانی میں ہے: ”قال محمد رحمہ اللہ تعالی فی کتاب الصرف : ان ابا حنفیة رضی اللہ تعالی عنه کان یکرہ کل قرض جر منفعة، قال الکرخی : ھذا اذا کانت المنفعة مشروطة فی العقد، بان اقرض غلة لیرد غلته صحاحاً او ما اشبه ذلک“ امام محمد علیہ الرحمۃ کتاب الصرف میں فرماتے ہیں: امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ ہر اس قرض کو جو نفع لائے، مکروہ قرار دیتے تھے۔ امام کرخی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: یہ اس وقت ہے جب منفعت عقد میں مشروط ہو اس طرح کہ وہ غلہ اس شرط پر قرض دے کہ لینے والا اسے صحیح غلہ لوٹائے یا جو اس کے مشابہ ہو۔ (محیط برھانی، ج10، ص351، مطبوعہ ادارۃ القرآن)

علامہ ابو الحسن علی بن الحسین السغدی رحمۃ اللہ علیہ قرض سے نفع اٹھانے کی مختلف صورتیں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ”والاخر ان یجر الی نفسه منفعة بذلک القرض او تجر الیه وھو ان یبیعه المستقرض شیئا بارخص مما یباع او یؤجرہ او یھبه ھبة او یضیفه او یتصدق علیه بصدقة او یعمل له عملا یعینه علی امورہ او یعیرہ عاریة او یشتری منه شیئا باغلی مما یشتری او یستاجر اجارة باکثر مما یستاجر ونحوھا ولو لم یکن ذلک (ھذا) القرض لما کان (ذلک) الفعل فان ذلک ربا“ اور (قرض دے کر اس پر نفع حاصل کرنے کی) دوسری صورت یہ ہے کہ قرض دینے والا اس قرض کی وجہ سے خود کوئی منفعت حاصل کرے یا اسے کوئی منفعت دی جائے اور وہ اس طرح کہ قرض لینے والا قرض دینے والے کو کوئی چیز اُس قیمت سے کم قیمت پر بیچے گا، جتنے کی وہ (عام طور پر) بیچی جاتی ہے یا اسے کوئی چیز (کم اجرت کے بدلے میں) کرائے پر دے گا یا کوئی چیز تحفۃً دے گا یا اس کی مہمان

نوازی کرے گا یا اس پر کوئی چیز صدقہ کرے گا یا اس کے لیے کوئی ایسا کام کرے گا، جو اس کے معاملات میں معاون ثابت ہو یا اسے کوئی چیز عاریۃً دے گا یا اس سے کوئی چیز اس قیمت سے کم قیمت پر خریدے گا، جتنے کی (عام طور) پر خریدی جاتی ہے یا اسے اس تنخواہ سے زیادہ پر ملازم رکھے گا جتنے پر عام طور پر ملازم رکھا جاتا ہے اور اس جیسی دیگر مثالیں، حالانکہ اگر اس قرض کا لین دین نہ ہوتا، تو اس طرح کا معاملہ نہ ہوتا، پس بیشک یہ تمام صورتیں سود کی ہیں۔

(النتف فی الفتاوی للسغدی، ص296، مطبوعہ پشاور)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح

مفتی فضیل رضا عطاری

کتبـــــــــــــــــــــہ

ابو سعید محمد نوید رضا عطاری

23 رجب المرجب 1444ھ/15 فروری 2023ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے
آفیشل پیج daruliftaahlesunnat/ اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے